

اسرائیل کی صحافیوں کے خلاف جنگ

جب آپ کوئی جرم کرتے ہیں، تو آپ نہیں چاہتے کہ کیمرے میں قید ہو جائیں۔ غزہ میں صحافی ایک نسل کشی کے آخری زندہ گواہ تھے۔ وہ انسان جو بذریں حالات میں پھنسے ہوئے تھے، اپنے ہی لوگوں، دوستوں اور خاندانوں کے قتل عام کو دستاویزی شکل دینے پر مجبور تھے۔

ان کے پاس پچھے ہٹنے کا عیاشی نہیں تھی۔ جو سڑکیں انہوں نے فلمائیں، وہ ان کی اپنی سڑکیں تھیں۔ جن جنازوں کی وہ تصاویر لیتے تھے، وہ ان کے پڑو سیوں، دوستوں اور رشتہ داروں کے تھے۔ وہ وہی کم ہوتے ہوئے کھانے کے ذخائر سے کھاتے تھے، وہی آکوڈہ پانی پیتے تھے، اور وہی عارضی پناہ گاہوں میں سوتے تھے۔

ہر نشریات، ہر تصویر، ہر سو شل میڈیا پوسٹ جو انہوں نے شیئر کی، وہ مٹانے کی مشینزی کے خلاف ایک بغاوت کا عمل تھا۔ اور ایک ایک کر کے، ان کا شکار کیا گیا اور انہیں قتل کر دیا گیا۔

یہ جنگ کا دھنڈلاپن نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی دانستہ تباہی ہے جو اسے بے نقاب کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

شماریاتی ثبوت

7 اکتوبر 2023 سے غزہ کے تنازع نے ریکارڈ شدہ تاریخ میں صحافیوں کی سب سے زیادہ شرح اموات پیدا کی ہے: 130.81 صحفی فی سال قتل ہوتے۔ دیگر جنگوں میں یہ تعداد شاذ و نادر ہی ایک ہندسے سے زیادہ ہوتی ہے۔

عالیٰ تنازعات میں فی سال صحافیوں کی اموات کا معیاری انحراف اتنا کم ہے کہ غزہ کی تعداد 96.82 کا Z-اسکوئید اکرتی ہے۔ جو ساننسی تجزیہ میں صفر مفروضے کو مسترد کرنے کے لیے استعمال ہونے والے 35 دلیز سے کہیں زیادہ ہے۔ سادہ زبان میں: اس کے بے ترتیب ہونے کا کوئی شماریاتی امکان نہیں ہے۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے، اور غزہ کے غیر ملکی پریس پر مکمل پابندی کے تناظر میں، یہ براہ راست دانستہ ہدف بنانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

جنگ	قتل شده صحافی فی سال قتل شده صحافی	دورانیه (سال)	2	4.34	چینی خانہ جنگی
کوریائی جنگ	1.62		5	3.09	
ویتنام جنگ	3.23		63	19.50	
الجزائری جنگ	0.52		4	7.68	
لبانی خانہ جنگی	1.03		16	15.59	
سوویت-افغان جنگ	0.76		7	9.17	
پہلی خلیجی جنگ	5.17		3	0.58	
یوگوسلاو جنگ	1.35		14	10.38	
پہلی چیچن جنگ	3.47		6	1.73	
دوسری چیچن جنگ	0.62		6	9.70	
عراق جنگ	3.51		31	8.84	
افغانستان جنگ	1.16		23	19.75	
دوسری کانگو جنگ	0.81		4	4.96	
دارفور تنازع	0.45		10	*22.17	
شامی خانہ جنگی	2.42		35	*14.49	
لیبیا خانہ جنگی (2011)	2.90		2	0.69	
یمنی خانہ جنگی	1.14		12	*10.52	
غزہ تنازع	130.81		242	1.85	

11* اگست 2025 تک جاری تنازعات۔

قانونی مضمرا

بین الاقوامی انسانی قانون واضح ہے۔ اضافی پروٹوکول (1977) I کا آرٹیکل 79 صحافیوں کو شہریوں کے طور پر واضح طور پر تحفظ دیتا ہے، جب تک کہ وہ براہ راست دشمنیوں میں حصہ نہ لیں۔ جنیوا کنونشن IV کا آرٹیکل 27 تمام شہریوں کے لیے انسانی سلوک کا تقاضا کرتا ہے۔ اضافی پروٹوکول I کا آرٹیکل 51 شہریوں پر کسی بھی حملے کی ممانعت کرتا ہے۔ آئی سی سی کے روم سٹیٹ کا آرٹیکل 8(2)(b)(i) شہریوں کو دانستہ طور پر نشانہ بنانے کو جنگی جرم قرار دیتا ہے۔

روایتی بین الاقوامی انسانی قانون کا قاعدہ 34 صحافیوں پر حملوں کو مکمل طور پر منع کرتا ہے۔ یہ تحفظات یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کے آرٹیکل 19 اور ICCPR کے آرٹیکل 19 کے ذریعے تقویت پاتے ہیں، جو معلومات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور شیئر کرنے کے حق کی ضمانت دیتے ہیں۔

غزہ میں، یہ قوانین پھاڑ دیے جا رہے ہیں۔ غیر ملکی پریس پر ریاستی پابندی، تقریباً ہر معروف مقامی رپورٹر کے دانستہ قتل کے ساتھ مل کر، کوئی اتفاقیہ نہیں ہے۔ یہ ایک دباؤ کی حکمت عملی ہے۔

لیس اسٹڈیز

یہ نام مخفی ہلاکتوں کی فہرست میں اندر اجات سے زیادہ ہیں۔ یہ وہ زندگیاں ہیں جو یعنی جملے میں کاٹ دی گئیں۔ وہ لوگ جو رانفلز کے بجائے کیمرے، گولیوں کے بجائے مائیکروفون اٹھائے ہوئے تھے۔ ہر ایک نے نسل کشی سے بچنے کے ساتھ ساتھ اسے دنیا کے لیے دستاویزی شکل دینے کا نامکن دوہر ابوجھ اٹھایا۔ وہ دور دراز کے محفوظ دفاتر سے کام نہیں کر رہے تھے؛ ان کے دفاتر وہ سڑکیں تھیں جو بمباری کے نیچے تھیں، زخمیوں سے بھرے ہوئے ہسپتال کے رہداریاں، اور گھروں کے ملبے جو قبروں میں بندیل ہو چکے تھے۔ اسرائیل کی صحافیوں کے خلاف جنگ کیہمانے اور ارادے کو سمجھنے کے لیے، ہمیں ان لوگوں کی کہانیوں سے آغاز کرنا ہوگا جنہیں خاموش کر دیا گیا۔ نہ کہ اعداد و شمار کے طور پر، بلکہ انسانوں کے طور پر۔

حسام شبات

حسام شبات 23 سال کا تھا، شمالی غزہ میں الجزیرہ مباشر کے لیے ایک فلسطینی نامہ نگار اور امریکہ میں مقیم ڈرائپ سائٹ نیوز کے لیے تعاون کننہ۔ بیت حانون میں پیدا ہوا، وہ محاصرے کے تحت پروان چڑھا، لیکن پھر بھی اس کے عام خواب تھے۔ لریجیویشن، کام، ایک دن بغیر چیک پوائنٹس اور کرفیو کے زندگی گزارنا۔

یہ خواب 7 اکتوبر 2023 کے بعد بدلتے 18 ماہ تک حسام نے شمالی غزہ میں جنگ کے ہولناکیوں کو منٹ بہ منٹ دستاویزی شکل دی۔ اس نے فضائی حملوں، بڑے بیمانے پر نقل مکانی، تقطیع اور اپنے خاندان کے ریسٹوران کی تباہی کی روپورٹنگ کی۔ اس نے تیس سے زائد رشتہ داروں کو کھو دیا، لیکن کبھی کام بند نہیں کیا۔ وہ اکثر اسکلوں، فٹ پاٹھوں یا خیموں میں سوتا تھا۔ اس نے مہینوں بھوک برداشت کی۔ اسے باقاعدگی سے موت کی دھمکیاں ملتی تھیں۔

24 مارچ 2025 کو، اسرائیل کے مختصر جنگ بندی ختم کرنے کے چند دن بعد، حسام ایک رہائشی کا انٹرویو لے رہا تھا، اس سے پہلے کہ وہ بیت لاهیا میں انڈو نیشنل ہسپیتال میں براہ راست نشریات کے لیے جائے۔ اس نے واضح طور پر نشان زدہ پریس ویسٹ پہن رکھی تھی۔ اس کی کار، جو قریب ہی پارک تھی، سفر کے لیے تیار تھی۔

ایک اسرائیلی ڈروں آپریٹر۔ جو تقریباً یقینی طور پر اسے شناخت کر سکتا تھا۔ نے ایک ہی میزائل فائر کیا۔ یہ اس کی کار کے پاس جا کر لگا، جس سے وہ فوری طور پر ہلاک ہو گیا۔ ساتھی صحافی احمد البرش، جو صرف 50 میٹر دور تھا، اس کے ساتھ شامل ہونے والا تھا۔ یہ حملہ بے ترتیب توپ خانے کا نہیں تھا؛ یہ ایک تیرتے، مشاہدہ کرنے والی مشین سے دانستہ قتل تھا۔

اس کے آخری الفاظ، جو اس کی موت کی صورت میں تیار کیے گئے تھے، یہ تھے:

”اگر آپ یہ پڑھ رہے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ میں مار دیا گیا ہوں۔ غالباً اسرائیلی قبضے کی فورسز نے دانستہ طور پر نشانہ بنایا۔ جب یہ سب شروع ہوا، میں صرف 21 سال کا تھا۔ ایک کالج کا طالب علم جس کے خواب ہر کسی کی طرح تھے۔ پچھلے 18 ماہ سے، میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے لوگوں کے لیے وقف کیا۔ میں نے شمالی غزہ کے ہولناکیوں کو منٹ بہ منٹ دستاویزی شکل دی، اس عزم کے ساتھ کہ دنیا کو وہ سچائی دکھاؤں جو وہ دفن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں فٹ پاٹھوں پر، اسکلوں میں، خیموں میں۔ جہاں کہیں بھی سوتا تھا۔ ہر روز بقا کی جنگ تھی۔ میں نے مہینوں بھوک برداشت کی، لیکن کبھی اپنے لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

خدا کی قسم، میں نے ایک صحافی کے طور پر اپنا فرض پورا کیا۔ میں نے سچائی روپورٹ کرنے کے لیے سب کچھ خطرے میں ڈالا، اور اب، آخر کار، میں آرام میں ہوں۔ جو کہ پچھلے 18 ماہ میں میں نے نہیں جانا۔ میں نے یہ سب اس لیے کیا کیونکہ میں فلسطینی مقصد پر یقین رکھتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ زمین ہماری ہے، اور اسے دفاع کرتے ہوئے اور اس کے لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے منا میری زندگی کا سب سے بڑا اعزاز تھا۔

اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں: غزہ کے بارے میں بات کرنا بندہ کریں۔ دنیا کو نظریں ہٹانے نہ دیں۔
لڑتے رہیں، ہماری کہانیاں سنانے رہیں۔ جب تک فلسطین آزاد نہ ہو۔

—آخری بار کے لیے، حسام شبّات، شمالی غزہ سے۔

فاطمہ حسونہ

فاطمہ حسونہ 25 سال کی تھی، غزہ شہر کی رہائشی اور اس انکلیویں کام کرنے والی چند باقی خواتین فوٹو جرنلیسٹوں میں سے ایک تھی۔ ایپلائیڈ سائنسز یونیورسٹی کالج سے ملٹی میڈیا میں گریجویٹ، اسے تباہی کے درمیان چک کو پکڑنے کی گہری نظر تھی۔

اس کی تصاویر مخصوص تصاویر نہیں تھیں۔ وہ محاصرے کے تحت زندگی کے ٹکڑے تھے۔ بمباری شدہ سڑکوں پر ایک دوسرے کا یچھا کرتے بچے۔ تباہ شدہ باورچی خانے کے ڈھانچے میں روٹی گوندھتی خواتین۔ ایک باپ جو اپنے بیٹے کے چھوٹے جسم کو سفید لفن میں لپیٹ کر پکڑے ہوئے تھا۔ اس کا کام بین الاقوامی میڈیا میں شائع ہوا اور 2025 کے دستاویزی فلم اپنی روح کو اپنے ہاتھ پر رکھو اور چلو میں، جو کانز کے لیے منتخب ہوئی۔

وہ منگنی شدہ تھی اور کبھی کبھار دوستوں کے ساتھ اس بات پر ہنستی تھی کہ وہ کس قسم کا عروضی لباس پہن سکتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ خطرناک زوں میں اپنا کیمروں لے جاتی تھی۔ اپریل 2025 میں، اس نے دستاویزی فلم کے ڈائریکٹر کو بتایا کہ وہ کانز کی نمائش میں شرکت کرے گی۔ لیکن وہ غزہ واپس آئے گی، کیونکہ ”میرے لوگوں کو یہاں میری ضرورت ہے۔“

16 اپریل 2025 کو، اسرائیلی میزائلوں نے شمالی غزہ میں پانچ منزلہ عمارت کے دوسرے فلور پر اس کے خاندان کے اپارٹمنٹ پر حملہ کیا۔ فاطمہ، اس کے خاندان کے چھ افراد، اور اس کی حاملہ بہن فوری طور پر ہلاک ہو گئے۔ فورن زک آر کیٹیکچر نے نتیجہ اخذ لیا کہ یہ حملہ ضمنی نقصان نہیں تھا بلکہ اس کے اپارٹمنٹ پر براہ راست حملہ تھا۔ اس نے ایک بار پوسٹ کیا تھا: ”اگر میں مر جاؤں، تو میں ایک بلند آواز موت چاہتی ہوں۔“ اسے وہ مل گئی۔ دنیا کو بس سننا ہے۔

انس الشریف

انس الشریف 28 سال کا تھا، غزہ میں الجزیرہ کے سب سے معروف نامہ نگاروں میں سے ایک۔ جیا لیے پناہ گزین کیمپ سے تعلق رکھنے والا، اس نے اپنی پوری زندگی محاصرے کے تحت گزاری تھی۔ دسمبر 2023 میں، اس کا باپ ایک اسرائیلی فضائی حملے

میں مارا گیا۔ دوستوں نے اسے شمالی غزہ سے انخلا کرنے کی ترغیب دی۔ اس نے انکار کر دیا۔ ”اگر میں چلا گیا، ”اس نے کہا، ”تو یہ کہانی کون سنائے گا؟“

انس کی رپورٹنگ ایکس اور ٹیلیگرام کے ذریعے لاکھوں تک پہنچی۔ اس نے بماری کے فوراً بعد فلم بنائی، اس کی آواز مسحکم رہی یہاں تک کہ جب دھماکوں کی گونج سنائی دیتی تھی۔ اس نے بھوک سے متاثرہ محلوں، عارضی ہسپتالوں، اور جنازوں کے جلوسوں سے رپورٹ کیا۔ وہ غزہ کے عزم کا ایک علامت بن گیا تھا۔ اور ایک واضح ہدف۔

10 اگست 2025 کو، وہ اور پانچ دیگر صحافی الشفا ہسپتال کے قریب ایک خیمے کے اندر تھے، جو پریس کے لیے ایک معروف مقام تھا۔ ایک اسرائیلی میزائل نے براہ راست حملہ کیا، جس سے سب چھ ہلاک ہو گئے۔

اس کا آخری پیغام، جو اپریل 2025 میں تیار کیا گیا تھا، اس کی موت کے بعد شائع ہوا:

”یہ میری وصیت اور میرا آخری پیغام ہے۔ اگر یہ الفاظ آپ تک پہنچتے ہیں، تو جانیں کہ اسرائیل نے مجھے مارنے اور میری آواز کو خاموش کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ سب سے پہلے، آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔

الله جانتا ہے کہ میں نے جبالیہ پناہ گزین کمپ کے گلی کوچوں میں زندگی کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد سے اپنے لوگوں کے لیے ایک سہارا اور آواز بننے کے لیے اپنی تمام کوششیں اور طاقت دی۔ میری امید تھی کہ اللہ میری زندگی کو طول دے تاکہ میں اپنے خاندان اور بیاروں کے ساتھ اپنے اصلی شہر، مقبوضہ عسقلان (الجیل) والپس جاسکوں۔ لیکن اللہ کی مرضی سب سے پہلے آئی، اور اس کا فیصلہ حتمی ہے۔ میں نے ہر تفصیل میں درد کو جیا، کئی بار تکلیف اور نقصان کا مزہ چلکھا، لیکن میں نے ایک بار بھی سچائی کو اس طرح پیش کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں کی جیسا کہ وہ ہے، بغیر مسخ کیے یا جھوٹ کے۔ تاکہ اللہ ان لوگوں کے خلاف گواہی دے جو خاموش رہے، جنہوں نے ہمارے قتل کو قبول کیا، جنہوں نے ہمارے سانسوں کو دبایا، اور جن کے دل ہمارے بچوں اور عورتوں کے بکھرے ہوئے باقیات سے متاثر نہ ہوئے، جنہوں نے ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے سے ہمارے لوگوں کے سامنے آنے والی قتل عام کو روکنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔

میں آپ کو فلسطین سونپتا ہوں۔ مسلم دنیا کے تاج کا جوہر، اس دنیا کے ہر آزاد انسان کے دل کی دھڑکن۔ میں آپ کو اس کے لوگوں، اس کے مظلوم اور معصوم بچوں کو سونپتا ہوں جنہیں کبھی خواب دیکھنے یا امن و امان

میں جینے کا وقت نہیں ملا۔ ان کے پاکیزہ جسم اسرائیلی بمou اور میزانلوں کے ہزاروں ٹن کے نیچے کچل دیے گئے، پھر اسے گئے اور دیواروں پر بکھر گئے۔

میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ زنجیریں آپ کو خاموش نہ کریں، نہ ہی سرحدیں آپ کو روکیں۔ زین اور اس کے لوگوں کی آزادی کی طرف پل بنیں، جب تک کہ عزت اور آزادی کا سورج ہمارے چھینے ہوتے وطن پر نہ چمکے۔ میں آپ کو اپنے خاندان کی دیکھ بھال سونپتا ہوں... میری پیاری بیٹی شام... میرا پیارا بیٹا صلاح... میری پیاری ماں... اور میری زندگی بھر کی ساتھی، میری پیاری یوں ام صلاح (بیان)۔ ان کے ساتھ کھڑے ہوں، ان کی حمایت کریں۔

اگر میں مرجاں، تو اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہ کر مرجاں گا۔ میں اللہ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کے فیصلے سے مطمئن ہوں، اس سے ملنے کا یقین رکھتا ہوں، اور یقین رکھتا ہوں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور ابدی ہے۔ اے اللہ، مجھے شہداء میں قبول فرمائیں... غزہ کو نہ بھولو... اور اپنی خالص دعاؤں میں مجھے معافی اور قبولیت کے لیے نہ بھولو۔

— انس جمال الشریف، 6 اپریل 2025 —

نتیجہ

یہ بے ترتیب اموات نہیں تھیں۔ یہ انسان تھے۔ بیٹوں، بیٹیوں، والدین، دوستوں۔ جو محاصرے، بمباری، قحط کے تحت کام کرتے ہوئے دنیا کو حقیقی وقت میں ایک نسل کشی دکھارہے تھے۔ انہوں نے اپنے پڑو سیوں کی طرح ہی کم کھانا کھایا، وہی مردوں کے لیے سوگ منایا، اور وہی ملے سے بھری سڑکوں پر چلے۔ اور انہوں نے اپنے کیرے چلانے رکھے یہاں تک کہ وہ خود کسی اور کی فویج کا موضوع بن گئے۔

جب ایک ریاست اس پیمانے پر صحافیوں کو قتل کرتی ہے، تو وہ افراد کو خاموش نہیں کرتی۔ وہ سچائی کا قتل کرتی ہے۔ حسام شبات، فاطمہ حسونہ، انس الشریف اور سینکڑوں دیگر کی اموات، غزہ میں ہو رہے واقعات کے ریکارڈ کو مٹانے کے لیے ایک منظم مہم کے دائرے اقدامات ہیں۔

تاریخ انہیں یاد رکھے گی۔ واحد سوال یہ ہے کہ کیا دنیا انصاف کی تلاش کے ذریعے ان کی عزت کرے گی، یا انہیں اس خاموشی میں چھوڑ دے گی جو ان کے قاتلوں نے مسلط کرنے کی کوشش کی۔